زینب
از طیبہ ساجد

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

زینب از طیبہ ساجد

قسط نمبر ا:

آسمان کو کالے بادلوں نے اپنی آغوش میں چھپا دیا تھا۔دو روز کی شدید گرمی کے بعد آج اچانک کالے بادل آ گئے تھے اور ٹھنڈی ہوائیں بھی چل رہی تھیں۔شہر کے کئی علاقوں میں بوندا باندی شروع ہو چکی تھی لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس علاقے میں ابھی زمین سوکھی ہی دکھائی دیتی تھی۔اسی کالونی کے ایک درمیانے درجے کے گھر میں نچلے پورشن کی کھڑکی سے وہ اندر ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی دیکھائی دے رہی تھی۔پنک کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس سیاہ سلکی بالوں کو پونی ٹیل میں باندھ کر اس نے ڈریسنگ ٹیبل سے لپسٹک اٹھا کر اپنے مخروطی ہونٹوں پر لگائی۔

پھر اس نے ڈریسنگ ٹیبل سے وہ انگوٹھی اٹھا کر پہنی جو غالباً فریش ہونے سے پہلے اس نے اتاری تھی۔ وہ اس انگوٹھی کو چھ سال سے پہن رہی تھی۔ وہ اتنی بیش و قیمت نہیں لگتی تھی۔ سادے رِنگ کے درمیان میں چھوٹا سا وائٹ کلر کا نگ جڑا تھا۔ وہ بیش و قیمت نہیں تھی لیکن اس کے لئے قیمتی تھی۔ فون بیل کی آواز پر وہ مڑی اور بیڈ کے سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔۔۔"

فون کو کان اور کندھے کے بیچ میں دبا کر وہ بیڈ پر پڑا اپنا ڈوپٹا اٹھا کر سیٹ کرنے لگی۔

"ہاں، ہاں شانزے میں تیار ہوں۔ تم نے خیریت سے فون کیا؟"

اپنی بات کہہ کر وہ ڈریسنگ ٹیبل سے اٹھا کر بریسلیٹ پہننے لگی جو کے اس کے ابو کا اس کے لئے آخری تحفہ تھا۔ دوسری طرف کی بات سن کر اس کے چہرے کے تاثرات بدلے پھر وہ معزرت خوانہ لہجے میں بولی۔

www.novelsclubb.com

"سوری، یار شانزے کل رات میں تھک ہی اتنا گئی تھی کہ تمہاری بات ذہن سے نکل گئی۔"

پھر دوسری طرف کی بات سن کر فوراً بولی۔

''اچھا! ابھی تو آٹھ بجے ہیں۔ میں آتی ہوں۔ ڈیوٹی آورز تو ویسے بھی نو بجے سے شروع ہونے ہیں۔ تم گھر پر ہی رہنا۔''

کہہ کر وہ جلدی سے الماری کی طرف بڑھی۔

''اچھا، اچھا، خدا حافظ۔''

فون بند کر کے اس نے بیڈ کی طرف اچھالا اور الماری سے اپنا ہینگ کیا ہوا آوور آل وائٹ کوٹ اتار کر پہننے لگی۔ پھر اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور اس میں ضرورت کی چیزیں ڈالنے لگی۔ موبائل، لپسٹک، پانی کی بوتل اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جلدی سے بائیں طرف بھاگی۔ وہاں چھوٹی سائز کی بک ریک بنی تھی۔ اس میں کتابیں پڑی تھیں۔ نیچے بیٹھ کر اس نے وہ کتاب ڈھونڈھنی چاہی جو کل وہ دادی کو سنا رہی تھی اور۔۔۔۔۔۔۔

آخری ریک میں اسے وہ بک مل گئی۔ 'راجہ گدھ' از قلم 'بانو قدسیہ'۔ جلدی سے اس نے وہ بھی اپنے بیگ میں ڈالی اور ایک کتاب جو وہ کبھی رکھنا نہیں بھولتی تھی۔ اس کی نظر تکیے کے پاس اٹھی تو اس نے وہ کتاب بھی اٹھائی۔ جس پر سنہری حروف میں عنوان کا نام لکھا تھا۔ 'زینب' کل رات بھی وہ یہی کتاب پڑھتے پڑھتے سو گئی تھی۔

جلدی سے اس کتاب کو بھی بیگ میں ڈال کر ایک ہاتھ میں چابیاں اور دوسرے میں

بیگ پکڑتی وہ باہر کو بھاگی تھی۔

''اسلام علیکم !اماں۔''

گھر کا دروازہ بند کرتے وقت اس کی نظر ساتھ گھر کے باہر بیٹھی ہوئی بزرگ خاتون پر پڑی تو اس نے ہر روز کی طرح سلام کیا۔

''وعلیکم اسلام !بیٹا آج جلدی نہیں جا رہی۔؟''

گلی محلے میں سب کو پتہ تھا کہ وہ اس گھر میں اکیلی رہتی ہے اور نو بجے اس کی ڈیوٹی شروع ہوتی ہے اور ساڑھے آٹھ گھر سے نکلتی ہے۔آج آٹھ بجے سے پہلے نکلتے دیکھ کر اماں نے اس سے پوچھا تھا۔

''اماں، شانزے کا بھائی ہے نہ موئیز، اس کی طبیعت نہیں ٹھیک۔وہ کہہ رہی تھی گھر چکر لگا لینا۔اس کے امی، ابو بھی میرا پوچھ رہے تھے۔''

اور یہ بھی سب جانتے تھے کہ اس کے گھر صرف اس کی دوست شانزے ہی آتی تھی۔

''اچھا، بیٹا، دھیان سے جانا۔آج کل حالات ویسے ہی خراب ہیں۔''

''جی اماں۔''

وہ تابعداری سے سر ہلا کر گاڑی کی طرف بڑھی۔گاڑی میں بیٹھ کر وہ زن سے گاڑی آگے بھگا لے گئی۔'

"بسس، اللہ ہی اس بچی کو اس کے صبر کا اجر دے۔ پتہ نہیں گھر والے کہاں ہیں۔ بچی کو اس دنیا میں اکیلا کر دیا۔"

پیچھے اماں اس کی حالت پر تبصرہ کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ کیونکہ بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔

"سوری یار، میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔"

شانزے کے گھر پہنچ کر وہ لان میں سبزہ زار پر چلتی اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔ وہ جو اسے پھر سے کال کرنے ہی والی تھی اسے دیکھ کر جلدی سے اس کی طرف آئی۔

چھبیس، ستائیس سال کی وہ خوش شکل اور سادہ سی لڑکی تھی جو اس وقت شکایتی انداز میں اس کی طرف آئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"کام کو اتنا سر پر سوار کرو گی تو اسی طرح باتیں بھولنے لگے گی۔"

اس کے گلے لگتے ہوئے وہ شکایتی انداز میں بولی۔

"اچھا، جلدی اندر چلو۔ مجھے پھر نکلنا ہے۔ ایک منٹ بھی دیر ہوئی تو دادی بہت بولیں گی۔"

''اچھا چلو،ایک تو میں تمھاری اس دادی سے بہت تنگ ہوں۔ایک تو عجیب شوق ہیں اُنہیں اوپر سے یہ عجیب باتیں۔۔۔''

شانزے اسے ساتھ لئے اندر کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

''نہں یار، عجیب نہیں ہیں وہ۔بہت اچھی باتیں کرتیں ہیں وہ۔سیدھا دل میں اترتی ہیں۔''

''اتنی خون کی نالیاں جو سیدھا دل میں اترتی ہیں۔''

دیکھو،ان کا مزاق نہیں بنانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

لاؤنج کا منظر دیکھ کر اس کے باقی کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔اس کے چہرے پر خفگی کی جگہ حیرت نے لے لی۔لاؤنج کو غباروں،رنگ برنگی لائیٹوں اور مختلف قسم کی لڑیوں سے سجایا گیا تھا۔لاؤنج کے وسط میں گول میز پر کیک رکھا تھا۔پیچھے دیوار پر بیلونز سے 'ہیپی برتھ ڈے زخرف' لکھا تھا۔

''ہیپی برتھ ڈے ٹویو۔۔۔۔۔۔ہیپی برتھ ڈے ٹویو۔۔۔۔۔۔۔۔''

کچن سے ایک اڈھیر عمر مرد اور ایک درمیانی عمر کی عورت کے ساتھ ایک بیس،اکیس سالہ لڑکا لاؤنج میں آتے ہوئے اسے وِش کر رہے تھے۔شانزے بھی ان کے ساتھ مل کر آہستہ آہستہ تالیاں بجاتے ہوئے اسے،ہیپی برتھ ڈے کہنے لگی۔اب چوکھٹ کے

درمیان وہ اکیلی کھڑی ان سب کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"آؤ، زخرف بیٹا آؤ، کیک کاٹو۔"

اُن صاحب نے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے کہا جو غالباً شانزے کے والد تھے۔ وہ خاموشی سے چلتی ہوئی میز کی قریب آئی پھر اس نے انکل، آنٹی سے پیار لیا۔

"ہمیشہ خوش رہو۔"

انہوں نے اسے دعا دی۔ پھر اس نے پھیکی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے کیک کاٹا۔ وہ بار بار شانزے کی طرف بھی دیکھتی جو اس سے نظریں چُرا رہی تھی۔ سب نے مل کر کیک کھایا۔

"شانزے، تم مجھے بتا دیتی۔۔۔۔"

جب شانزے نے اس کی طرف تحفہ بڑھایا تو اس نے شکایتی انداز میں اسے دیکھ کر کہا۔

"ہاں تاکہ تم انکار کر دیتی اور پھر ہمارا پلان خراب ہوتا۔"

"لیکن پھر بھی شانزے، اب ہر سال اچھا نہیں لگتا۔"

"بیٹا، آپ بھی ہماری شانزے کی طرح ہو۔ آپ کو اچھا لگے یا نہ لگے لیکن ہمیں اچھا لگتا ہے۔"

شانزے کے والد نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ وہ سفید شلوار قمیض میں

ملبوس سنجیدہ طبیعت کے مالک انسان تھے۔ان کے چہرے پر ہمہ وقت ٹھہراؤ رہتا تھا۔

"میں تو اتنا کہتی ہوں ادھر ہی آجاؤ۔وہاں اکیلے گھر میں کیوں رہتی ہو۔لیکن یہ سنتی ہی نہیں۔"

شانزے کی امی نے بھی شفقت سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے

کتنی دفعہ کی کہی بات پھر دہرائی تو زخرف نے بے اختیار تھوک نگلا۔گردن میں گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہوئی۔عام لڑکیوں کی طرح اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آئے تھے۔

"چلیں ٹھیک ہیں آنٹی میں چلتی ہوں۔ٹائم کافی زیادہ ہو گیا ہے۔"

مزید ایسی باتوں سے بچتی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم ہمیشہ اس بات سے پہلو بچاتی ہو۔بیٹا سوچنا ضرور اس بارے میں۔"

آنٹی نے ہر بار کی طرح کہا تھا۔اس نے حسبِ معمول سر اثبات میں ہلاتے ہوئے گفٹس والے بیگ اُٹھائے اور ان سب کو خدا حافظ کہتی باہر آئی۔شانزے پیچھے ہی آئی۔

"زخرف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زخرف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بات سنو۔"

زخرف نے مڑ کر اسے دیکھا۔وہ لان میں بھاگتی ہوئی اس تک آئی۔پھولی ہوئی سانسوں کو نارمل کرتے ہوئے وہ بولی۔

''خفا ہو گئی ہو۔۔۔۔۔؟''

''نہیں تمھیں کیا لگتا ہے مجھے خوش ہونا چاہیے۔ شانزے پانچ سال کافی عرصہ ہوتا ہے۔انہوں میں سے کسی نے پلٹ کر میرے بارے میں کچھ بھی نہیں پوچھا تو پھر تم لوگ کب تک میرا برتھ ڈے کیک کاٹتے رہو گے۔ تمھیں یاد ہو گا پچھلے سال بھی ہماری اسی وجہ سے کتنی لڑائی رہی تھی اور پھر پورا ایک ہفتہ ہم نے ایک دوسرے سے بات نہیں کی تھی۔''

''ہاں، تو تم کب تک اُن سب کی وجہ سے اپنے اچھے دنوں کو خراب کرو گی۔''

شانزے نے بھی تیز آواز میں کہا۔

''میں ان کی وجہ سے کیوں کوئی دن خراب کروں گی۔ میرا ویسے ہی کوئی دن منانے کو دل نہیں کرتا۔''

اس بات پر زخرف یک دم چلائی۔

''خود کو اچھی تسلی دے لیتی ہو تم۔ اینی وے تم اس وقت ٹھیک نہیں ہو۔ تمھیں دیر ہو رہی ہے۔اس وقت تم جاؤ۔''

''یہی بہتر ہے۔''

زخرف کہہ کر مڑی اور گیٹ سے باہر نکل گئی۔ شانزے نے افسوس سے اس کی پشت

کو دیکھا۔ پتہ نہیں کتنا عرصہ ہو گیا تھا اس نے زخرف کو مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔ اتنی پیاری لگتی تھی وہ مسکراتے ہوئے۔ اللہ ہی جانتا تھا اس کی پُرانی دوست کہاں غائب ہو گئی تھی۔ چار، پانچ سالوں سے وہ کوئی اور ہی زخرف دیکھ رہی تھی۔ سر جھٹک کر وہ اندر جانے کیلئے مڑی۔

اس نے اس محل نما گھر کے سامنے گاڑی روکی۔ جلدی سے باہر نکلی اور پتھریلی روش پر بھاگتی ہوئی اندر آئی۔ بے دھیانی میں وہ راہداری میں کھڑی محمل سے ٹکرائی۔

"آؤچ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"آرام سے چلو۔۔۔۔۔۔۔۔"

محمل نے اسے بازو سے پکڑ کر گرنے سے بچایا۔

"اسلام علیکم!"

سلام کرتی وہ سیدھا اندر بھاگی تھی۔

"پتہ نہیں کونسے گھوڑے پر سوار تھی۔"

محمل سر جھٹکتی باہر جانے کیلئے مڑی۔ اس نے جلدی سے کمرے کے باہر آکر دروازہ

کھولا۔سامنے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ دروازے کو ہی دیکھ رہیں تھیں۔

"پورا ایک منٹ اور جھبیس سیکنڈ لیٹ ہو تم۔"

زخرف نے گہری سانس لی۔دروازے کے ہینڈل کو پکڑا ہاتھ پہلو میں آ گرا۔

"آپ بھی نہ۔۔۔۔ایک ایک منٹ کا حساب رکھتی ہیں۔"

سر جھٹکتے ہوئے زخرف اندر آئی اور آوور آل کوٹ سمیت اپنا سامان صوفے پر رکھتی ہوئی ان کے پاس آئی۔

وہ چہرے سے ستر، بہتر سال کی خاتون لگتی تھی۔چہرے پر جھریاں بڑھنے کی وجہ سے وہ مزید ضعیف لگ رہی تھیں۔البتہ ان کا چہرہ روشن تھا اور ان کی بھوری آنکھیں اس بات کی تصدیق کر رہی تھیں کہ وہ جوانی میں بہت پیاری ہوتیں تھیں۔

زخرف نے آگے بڑھ کر انہیں سہارا دے کر اٹھایا۔پھر باتھ روم کی طرف لے گئی۔وہ باتھ روم میں چلی گئیں تو وہ جلدی سے مڑی اور کمرے کی چیزیں سمیٹنے لگی۔

ان کے باہر آنے تک وہ بیڈ شیٹ ٹھیک کر کے میز سے چیزیں اٹھا کر سمیٹ چکی تھی۔

وہ کھڑکیوں کے آگے سے پردے ہٹا رہی تھی جب انہوں نے اسے آواز دی۔اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر انہیں تھاما اور بیڈ پر بٹھایا۔

پھر اس نے شلف سے اٹھا کر انہیں قرآن پکڑایا۔روزانہ کا یہی معمول تھا۔اب وہ قرآن

پڑھیں گی اور وہ ان کو صوفے پر بیٹھ کر دیکھے گی۔

بشریٰ اماں کو کچھ عرصہ پہلے دائیں بازو پر فالج کا اٹیک ہوا تھا۔ پہلے زخرف انہیں ہسپتال میں ہی ٹریٹمنٹ دیتی تھی پھر انہیں ڈسچارج کیا تو ان کے بڑے بیٹے محمود (جن کے ساتھ وہ رہتیں تھیں) نے ڈاکٹرز سے بات کر کے زخرف کو ان کی حالت بہتر ہونے تک ان کی دیکھ بھال کیلئے رکھ لیا۔ اب وہ صبح نو بجے ان کے گھر آتی اور دوپہر تین بجے سے شام سات بجے تک ہوسپٹل میں ڈیوٹی دیتی تھی۔

تین ماہ سے یہاں آتے جاتے زخرف کا یہاں کے گھر والوں سے اپنائیت کا رشتہ بن چکا تھا۔

بشریٰ اماں کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ لیکن زخرف صرف محمود صاحب، ان کی بیگم اور بچوں سے واقف تھی۔ باقی اگر ان کی بیٹی گھر آتی بھی تھی تو زخرف ان سے کبھی نہیں ملی تھی۔

www.novelsclubb.com

محمود صاحب کے تین بچے تھے۔ محمل، حمزہ اور اُحد۔ حمزہ کی شادی ہو گئی تھی اور اس کی ایک چار سال کی بیٹی تھی۔ محمل اور اُحد ابھی پڑھ رہے تھے۔

اسے بالکل بھی آج کا دن یاد نہیں تھا۔اگر شانزے وہ سب نہ کرتی تو اسے یاد بھی نہ آتا کہ آج اس کا برتھ ڈے ہے۔اس کا اب زندگی میں فلحال ایک ہی مقصد تھا۔ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے لوگوں کی جان بچانا اور بس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ابھی بھی وہ ہوسپٹل سے آئی کوئی کال سن رہی تھی۔فون بند کر کے اس نے دادی کو دیکھا۔بشریٰ اماں کے کہنے پر ہی اس نے انہیں دادی کہنا شروع کیا تھا۔

"آجاؤ بیٹا۔۔۔۔۔۔۔۔کتاب پڑھیں۔"

اسے دیکھتا پا کر انہوں نے کہا۔اس نے بے اختیار گھڑی دیکھی۔

"دادی،ابھی تو ساڑھے گیارہ ہوئے ہیں۔آپ بارہ بجے سنتی ہیں۔"

"نہیں،آج ابھی سنا دو۔بس کچھ صفحات باقی ہیں اس کتاب کے۔آج مکمل کر دو اسے۔"

"جی،اچھا۔۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

کہہ کر اس نے بیگ سے کتاب نکالی اور بیڈ پر آ کر ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔پھر وہ پڑھنے لگی اور وہ سننے لگی۔

باہر لاؤنج میں آؤ تو محمل صوفے پر بیٹھی ناک پر پھسلتی عینک کو پیچھے کرتے ہوئے نیچے جھکی اور کارپٹ پر گرا روموٹ اٹھایا۔

"تم آج یونی کیوں نہیں گئی۔۔۔۔۔؟"

اُحد نے پیچھے سے آکر اس کے ہاتھ سے روموٹ اُچکتے ہوئے پوچھا۔

"میری مرضی۔۔۔۔"

محمل سے تنک کر کہا۔

"ہاں ضرور آج کوئی پریزنٹیشن ہو گی اور تمھاری تیاری نہیں ہو گی اس لئے تم نے کہا چھٹی کر لی جائے۔"

"میرا خیال ہے تم اپنا بہانہ سنا رہے ہو۔ تم بھی تو آج گھر میں پھرتے نظر آرہے ہو۔"

"بات تو سچ ہے مگر بات ہے رُسوائی کی۔۔۔۔۔۔"

اُحد نے ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے کہا۔ محمل نے بے حد افسوس سے اسے دیکھا۔

"شرم کر لو۔۔۔۔"

"تمھیں آتی ہو تو تم کر لو۔ چھپکلی نہ ہو تو۔۔۔۔"

اُحد نے فوراً کہا۔ محمل کے تو سر پر لگی تلوؤں پر بجھی۔

"امی دیکھ لیں۔ مزاق اڑا رہا ہے میرا۔"

"اُحد باز آؤ۔"

کچن سے مہوش بیگم کی فوراً آواز آئی تھی۔

"بس رو تو پارٹی شروع۔۔۔۔۔مجھے ایک بات تم ہر بات میں امی کو کیوں بیچ میں لے آتی ہو چھپکلی۔۔۔۔۔"

محمل نے جواباً گود میں رکھا کشن اٹھا کر اسے مارا جسے اس نے سرعت سے کیچ کر لیا۔

محمل غصے سے پیر پٹختی اٹھی کچن کی طرف بڑھی۔ پیچھے اُحد کا بے ساختہ قہقہ بلند ہوا۔

واپس اندر کمرے میں آؤ تو کمرے کے در و دیوار اور کمرے میں موجود اشیاء خاموشی سے زخرف کو پڑھتا سن رہیں تھیں۔ صرف گھڑی کی ٹِک ٹِک تھی جو مسلسل چل رہی تھی کیونکہ وقت کبھی رُکا نہیں کرتا۔ ہم انسان ہی رُک جاتے ہیں ٹھہر جاتے ہیں کسی ایسے لمحے کی زد میں آکر خود کو روک لیتے ہیں جس پر بعد میں ہمیں بے حد پچھتاوا ہوتا ہے۔

چند ساعتیں اور بیتیں تو کمرے کی در و دیوار نے زخرف کو کتاب بند کرتے دیکھا۔

"فائنلی، ایک اور سفر اپنے اختتام کو پہنچا۔ یہ کتاب بھی آج مکمل ہو گئی۔ اب نئی کتاب بتادیں کونسی پڑھے پھر میں کل کو وہ لے آؤ گی۔"

زخرف نے بیڈ سے اترتے ہوئے کہا۔

"کوئی بھی لے آنا جیسے ہر بار لے آتی ہو۔"

"ویسے دادی آپ نے ان لکھاریوں کی ساری کتابیں جوانی میں پڑھی تو ہوئی ہیں لیکن

آپ پھر بھی یہی سن لیتیں ہیں۔۔۔"

اب وہ ایک ہاتھ میں بیگ ٹیڑھا کر کے پکڑے کتاب بیگ میں ڈال رہی تھی۔

"بیٹا، کوئی کتاب یہ تو نہیں کہتی نہ کہ مجھے دوسری دفعہ نہ پڑھو۔اچھی کتاب کو دو دفعہ نہ پڑھو تو اس کتاب میں دیئے ہوئے علم کا حق ادا نہیں ہوتا۔اور ویسے بھی جو چیز آپ کیلئے بہتر ہو اللہ اسے خود ہی بار بار آپ کی راہ میں لاتا ہے۔"

زخرف کے ہاتھ لمحے بھر کو تھم گئے۔بے اختیار اس کا ذہن صبح ہوئے واقع کی طرف گیا۔تو کیا شانزے کے گھر والے اس کیلئے بہتر تھے۔۔۔؟

"زخرف۔۔۔۔۔۔"

انہوں نے اسے رکے دیکھ کر پکارا تو وہ چونکی۔ہاتھ میں پکڑے ٹیڑھے بیگ کو جھٹکا لگا اور سارا سامان نیچے گر گیا۔

"اُف۔۔۔۔۔۔"

ماتھے پر ہاتھ مار کر وہ نیچے جُھکی اور سامان سمیٹنے لگی۔

"زینب۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے ہاتھ پھر تھمے۔ان کی آواز پر نہیں ان کے الفاظ پر۔۔۔۔۔ان کو کیسے

"اب ہم یہ کتاب پڑھے گے۔ میں نے کافی مرتبہ تمھارے بیگ میں یہ کتاب دیکھی ہے۔ لگتا ہے تم کافی پڑھتی ہو۔"

زخرف نے ہاتھ میں پکڑی کتاب کو دیکھا۔ پھر اس نے گہری سانس لی۔ اچھاااااتو وہ اس کی بات کر رہی تھی۔ پھر وہ سر جھٹک کر بولی۔

"چھوڑئے دادی، آپ نے اتنے اچھے اچھے رائیٹرز کی کتابیں پڑھیں ہیں۔ بانو قدسیہ، اشفاق احمد، نسیم حجازی، اقبال، سعدی وغیرہ کی اور اب تو میں نے آپ کو نمرہ احمد کی بھی ساری کتابیں پڑھ کر سنائیں ہیں۔ یہ عام سے رائٹر کی کتاب ہے۔ یہ آپ کے مزاج کے برعکس ہے۔"

"بیٹا اگر ہم مزاج سے ہٹ کر کام نہیں کریں گے تو ہمارے اندر برداشت کیسے پیدا ہو گی۔ کبھی کبھی مزاج سے ہٹ کر بھی کام کر لینے چاہیے۔ اپنے اندر صبر کے پیمانے کا اندازہ ہوتا ہے۔ خیر ادھر لاؤ۔ دکھاؤ مجھے یہ کتاب۔۔۔۔"

انہوں نے بات کے آخر میں زرا زور دے کر کہا۔ ناچار زخرف کو وہ کتاب انہیں دینی پڑی۔

"ہمم، زینب۔۔۔۔۔"

وہ کچھ دیر صفحے پلٹ پلٹ کر دیکھتی رہیں۔ انہیں عام سی بھی کوئی کتاب مشکل سے ہی

پسند آتی تھی۔

"دادی رہنے دیں۔۔۔"

"زخرف نے پھر کہا۔

"نہیں ہم کل سے یہی کتاب پڑھے گے۔"

دادی نے کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے کہا۔زخرف نے گہری سانس لے کر سر جھٹکا۔

"ٹھیک ہے۔لیکن ابھی تو دے دیں۔"

اسے پتہ تھا اب دادی نہیں مانیں گی اس لئے ہار مانتے ہوئے بولی۔انہوں نے وہ کتاب اسے پکڑا دی۔

وہ کتاب بیگ میں رکھ کر وہیل چیئر گھسیٹتی ہوئی لائی۔بشریٰ اماں کو سہارا دے کر اس نے چیئر پر بٹھایا اور باہر لان میں لے آئی۔موسم اچھا ہونے کی وجہ سے انہوں نے اسے آتے ہی کہہ دیا تھا کہ آج باہر لان میں چلے گے۔ہلکی ٹھنڈی ہوا پتوں پر سے سرسراتی ہوئی گزر رہی تھی۔گھاس ہلکی سی گیلی تھی۔چلتے ہوئے زخرف کو جوتے پہنے ہونے کے باوجود پاؤں گیلے ہوتے محسوس ہوئے تھے۔

"دادی۔۔۔"

صبح والا واقعہ زخرف کے زہن میں آیا تو اس متعلق ہر بار کی طرح دادی سے پوچھنے کیلئے اس نے انہیں پکارا۔

''ہاں بیٹا۔۔۔۔۔۔''

''دادی، ہم کیسے پتہ لگائے کہ کون ہمارے ساتھ کتنا مخلص ہے۔۔۔؟''

اس کی بات سن کر دادی نے لمحے بھر کو سوچا پھر بولی۔

''بیٹا، کون ہمارے ساتھ کتنا مخلص ہے یہ ہم پتہ نہیں لگائے گے یہ ہم ہر خود بہ خود ظاہر ہو جائے گا۔ کسی بھی وقت۔ بس انتظار کرو۔''

''اور اگر دادی، تب تک وہ ہمیں نقصان پہنچا چکا ہو تو۔۔۔۔''

زخرف کے زہن میں کوئی آیا تھا اس لئے اس نے پوچھا۔ ٹھنڈی ہوا اس کے وجود سے ٹکرا کر گزر رہی تھی۔ ہوا کے باعث اس کی سفید قمیض پیچھے کو اڑ رہی تھی۔ وہ وہیل چیئر کی پشت گھسیٹتی چلتی جا رہی تھی۔

''تو بیٹا یہ اللہ کے کام ہیں۔ ہمیں پھر اللہ کی رضا میں راضی ہو جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ کام ہمارے بھلے کیلئے ہو۔''

دادی کی بات سن کر زخرف کے ہونٹوں پر تلخ مُسکراہٹ اُبھری۔ شانزے سہی کہتی تھی وہ مسکراتے ہوئے بہت پیاری لگتی تھی لیکن اگلے ہی لمحے وہ دوبارہ سنجیدہ ہوتے

ہوئے بولی۔

"غلطی تو غلطی ہوتی ہے نہ۔۔۔۔۔۔۔پھر دادی جب ہم لوگوں کو ان کی غلطی بتاتے ہیں تو وہ اس کو مانتے کیوں نہیں ہیں۔کیسے لوگ دوسروں کا دل دکھا کر اتنے خوش باش بنے پھرتے ہیں۔"

"کیونکہ بیٹا،یہی دنیا کا اصول ہے،یہاں کوئی اپنی غلطی نہیں مانتا۔۔۔"

بشریٰ اماں نے گہری سانس لے کر کہا۔اور زخرف یک دم ساکت ہو گئی۔

ہاں یہاں کوئی اپنی غلطی نہیں مانتا پھر وہ کیوں بچپن سے کوشش کو شش کرتی رہی کہ وہ لوگ اپنی غلطی مانے۔اس نے کبھی ایسے سوچا ہی نہیں تھا۔

زخرف کے دماغ میں باتیں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ان باتوں سے تنگ آ کر اس نے سر جھٹکا اور وہیل چیئر کا رُخ اندر کی طرف موڑا۔

www.novelsclubb.com

رات کی سیاہی سارے میں پھیلی تو آسمان پر بادلوں نے ڈیرہ ڈال لیا۔ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔خاموشی اور تاریکی اس علاقے میں دور دور تک پھیلی تھی۔اس گلی کے آخر میں لگی سٹریٹ لائیٹ کی روشنی بھی تاریکی کو کم کرنے کیلئے ناکافی تھی۔

دفعتاً سڑک پر دو ہیڈ لائیٹس کی روشنی نظر آئی اور پھر وہ آگے بڑھتی گئی۔ گھر کے باہر لا کر اس نے کار روکی۔ گھر کا گیٹ کھولنے کی غرض سے وہ باہر نکلنے لگی جب وہ یک دم چونکی۔ دروازہ کھلا تھا۔ وہ باہر نکلی اور دروازہ کھول کر دیکھا تو وہاں سائیڈ پر ریڈ کلر کی کار کھڑی تھی۔ ایک گہری سانس لے کر وہ پلٹی اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھی۔ گاڑی پارک کر کے وہ اندر آئی اور لاؤنج کی لائٹ جلائی۔ صوفے پر بیٹھے وجود کو مکمل نظر انداز کرتی وہ کمرے میں چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ فریش ہو کر باہر آئی تو صوفے پر بیٹھا وجود ابھی بھی اُسی پوزیشن میں بیٹھا تھا۔ وہ کچن میں چلی آئی۔ کچھ کھانے کی غرض سے اس نے فریج کا دروازہ کھولا تو پہلے کھانے میں رکھے براؤنی کیک کو دیکھ کر چونکی۔ پھر نچلے کھانے سے کل کا بچا ہوا سالن نکال کر اسے فرائی پان میں ڈالنے لگی۔

"تمھاری برتھ ڈے ہے آج۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"پتہ ہے مجھے۔ کوئی نئی بات بتاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

زخرف نے بے زاری سے اس کی بات کاٹی۔

"کیا میرے ساتھ مل کر اس دن کو سیلیبریٹ نہیں کرو گی۔"

"نہیں۔۔۔۔۔۔"

فوراً جواب آیا تھا۔ وہ اٹھا اور چلتا ہوا کچن تک آیا۔ وہ اب اپنے لئے روٹی بنا رہی تھی۔

"دیکھو زخرف، کھانا بھی میں لے آیا ہوں اور کیک بھی ریڈی ہے۔ کیوں اتنی ضد کر رہی ہو۔ تمھارا دن ہے مناؤ اسے۔۔۔"

کچن کاؤنٹر کے قریب کھڑے ہو کر اس نے کہا۔ اس کے وجود سے اٹھتی کلون کی مہک زخرف کی نتھوں سے ٹکرا رہی تھی۔

"کس کے ساتھ آئے ہو تم یہاں۔۔۔۔"

زخرف نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی روٹی کو توے پر ڈالا۔ وہ اس وقت بلیک ٹراؤزر پر بلیک گھٹنوں تک آتی قمیض پہنے عام سے حلیے میں تھی۔ بال گول مول جوڑے میں بندھے تھے۔ جن میں سے لٹیں نکل کر چہرے کے اطراف میں گر رہی تھیں۔

"چھوٹے کے ساتھ آیا ہوں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔"

"پھر بھی تمھارے گھر میں کسی کو پتہ چل گیا کہ تم یہاں ہو تو مسئلہ ہو جائے گا اس لئے جاؤ تم یہاں سے۔"

اس کی بات سن کر اس نے زخرف کو بازو سے پکڑ کر اس کا رُخ اپنے سامنے کیا۔ جھٹکا لگنے سے اس کے ڈھیلے جوڑے میں بندھے سیاہ بال کھل کر کمر پر بکھر گئے۔

"پہلے بھی تو میں یہاں آتا ہوں تب تو کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ بس آج تم خود سے بیزار ہو اس لئے ایسا بول رہی ہو۔"

اس نے ابھی بھی زخرف کو بازو سے پکڑا ہوا تھا۔

"میرا بازو چھوڑو۔"

زخرف نے اب کی بار مزاحمت کی ناکام کوشش کرتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا۔ وہ نرم نہیں پڑنا چاہتی تھی لیکن صرف اس انسان کے سامنے وہ نرم پڑ جاتی تھی۔ اس کو نرم پڑتا دیکھ کر اس نے چولہا بند کیا اور اسے بازو سے پکڑے لاؤنج میں لایا۔ اسے ڈائیننگ ٹیبل پر بٹھا کر وہ کچن سے کھانا بھی اٹھا لایا۔

"دیکھو شاہ، میرا ابھی کچھ کھانے کو دل نہیں کر رہا۔"

زخرف اسے کھانا لیتے آتا دیکھ کر بولی۔

"نو ایکسکیوز۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

اس نے قطعی لہجے میں کہا تو زخرف کی ساری مزاحمت دم توڑ گئی۔ زخرف بالکل چپ ہو گئی۔ پھر دونوں نے چُپ چاپ کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر جب وہ اٹھ کر برتن اٹھانے لگا تب زخرف کو احساس ہوا کہ وہ آج کچھ زیادہ ہی 'بُرا' رویہ رکھ رہی ہے۔ وہ فوراً اٹھی۔

"میں کر دیتی ہوں۔"

"نہیں میں کر رہا ہوں۔ تم جا کر وہ ڈریس چینج کر آؤ۔"

برتن اٹھانے میں مگن وہ صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ زخرف نے گردن موڑ کر صوفے کی طرف دیکھا پھر اسے۔ جس نے اپنے گھر میں کبھی پانی کا گلاس بھی اٹھا کر نہیں پیا تھا اور اب اس کے برتن مگن انداز میں سمیٹ رہا تھا جیسے وہ اس سب کا عادی ہو۔ اسے شرمندگی نے آن گھیرا۔ پھر وہ ڈریس اٹھا کر کمرے میں چلی گئی۔

تھوڑی دہر بعد جب وہ چینج کر کے باہر آئی تو ایک لمحے کیلئے اس کی آنکھیں چندھیا گئی۔ پھر اس نے آنکیں پوری طرح کھول کر دیکھنا چاہا۔ لاؤنج کے وسط میں رکھے میز کے اوپر رنگ برنگی لائیٹس سے چھت بنی ہوئی تھی اور ان کے کونوں میں غبارے لگے تھے۔ لائیٹس کے درمیان میں رنگ برنگی لڑیاں لٹکائی ہوئی تھی۔

بس درمیان میں وہی سکوائر کی جگہ روشن تھی۔ ارد گرد بالکل اندھیرا تھا۔ زخرف نے گردن گھما کر دیکھا اس وقت وہ اوپن ائیر کچن میں جھکا فریج سے کیک نکال رہا تھا۔ سیدھا ہوتے ہوئے جب وہ فریج بند کر رہا تھا تو اس کی نظر دروازے میں کھڑی زخرف کی طرف اٹھی۔ اسے دیکھ کر وہ حیرت میں نہیں ڈوبا تھا کیونکہ وہ اسے ہمیشہ ہی پیاری لگتی تھی۔

"آؤادھر،رُک کیوں گئی۔۔۔؟"

میز پر کیک رکھتے ہوئے اس نے کہا۔زخرف چل کر اس کے پاس آئی۔اس نے زخرف کو نائف پکڑائی۔زخرف نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ کیک کاٹا۔ہاں،اب واضح ہوا تھا۔۔۔اس کے لیفٹ گال پر ہلکا سا ڈمپل پڑتا تھا۔

شاہ نے اسے مسکراتے دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔وہ اس وقت گھٹنوں تک آتے سیاہ فراک میں ملبوس تھی۔جس کی آستین کلائیوں سے تنگ تھی۔نیچے ہم رنگ سیاہ چوڑی دار پاجامہ پہنے،ڈوپٹے کو دائیں کندھے پر ڈالے میک اپ کے نام پر ہلکی سی لپ اسٹک لگائے وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔بال اس نے نفیس سے جوڑے میں باندھے تھے۔

"میرا گفٹ۔۔۔۔۔"

کیک کاٹ کر اس نے اپنی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے بچوں کی سی معصومیت سے کہا۔وہ جو اسے دیکھ رہا تھا یک دم چونکا پھر اس کے ہاتھ سے نائف لیتے ہوئے بولا۔

"گفٹ کی بہت جلدی ہے تمھیں۔پہلے کیک تو کھالو۔"

پھر اس کا حصہ پلیٹ میں رکھ کر اسے پکڑایا تو زخرف نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے پلیٹ پکڑی۔

''شانزے کو میں نے ہی بولا تھا کہ صبح میں وہ سیٹ اپ ارینج کر لو۔ وہ رات کو ہی سیلیبریٹ کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے روکا کیونکہ میں نے رات میں آنا تھا۔ تم اُس سے خفا مت ہو۔ وہ بھی تمھیں خوش دیکھنا چاہتی ہے۔''

کیک کھانے کے دوران اس نے مدھم آواز میں کہا تھا۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر بولتا تھا۔

زخرف نے اسے دیکھا پھر سر ہلا کر سمجھتے ہوئے بولی۔

''مجھے اندازہ تھا۔ یہ تمھارا ہی آئیڈیا ہو گا۔''

''اچھا جلدی کرو۔ پھر تمھیں گفٹ بھی دینا ہے اور مجھے صبح تک گھر واپس بھی پہنچنا ہے ۔''

وہ جلدی سے کیک کا بچا ہوا ٹکڑا منہ میں رکھ کر میز کو صاف کرنے لگا۔ زخرف نے پھر اٹھنا چاہا۔

''لاؤ، میں کر دیتی ہوں۔''

www.novelsclubb.com

''نہیں، آج تم آرام کرو گی۔ یہ بندۂ ناچیز کس لئے ہے۔ یہ کرے گا آج آپ کے سارے کام۔''

اس نے تھوڑا سا آگے جھکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔ وہ اس وقت بلیک ہی ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا۔ کوٹ اس نے کب کا اتارا ہوا تھا۔ شرٹ کی آستین کہنیوں

تک موڑے وہ سب کام کر رہا تھا۔ بھورے بال اس کے ماتھے پر گر رہے تھے۔

''اب بتاؤ، میں کیا کر سکتا ہوں تمھارے لئے۔''

سب کچھ سمیٹ کر اب وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''میرے لئے یہی بہت ہے۔''

''شکر ہے اب تو تم مان گئی۔۔۔۔۔۔''

شاہ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ پھر صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔

''میں ابھی بھی نہیں مانی۔ مجھے میرا برتھ ڈے گفٹ چاہیے۔''

''خدا کو مانو یار، اتنے گفٹ دیے ہیں تمھیں۔ یہ بھی میرا ہی دیا ہوا تحفہ ہے۔''

اس نے زخرف کا ہاتھ پکڑ کر اس میں موجود رِنگ کو انگلی سے گھماتے ہوئے کہا۔

زخرف اس وقت بالکل مختلف لگ رہی تھی۔ جیسی وہ دنیا کے سامنے ہوتی تھی ابھی اس چہرے والی رمق بھی اس کے چہرے پر دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بھی شاہ کے ساتھ پیچھے کو ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گئی۔

''شاہ، دادی کہتیں ہیں انہیں 'زینب' کتاب پڑھنی ہے۔''

صوفے کی پشت پر سر رکھ کر اس نے اوپر لگی لائیٹس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ پچھلی بات کو اس نے نظر انداز کیا۔ وہ کبھی کبھی ہی آتا تھا۔ وہ ان لمحوں کو جینا چاہتی تھی۔

"اچھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ واضح چونکا۔یہ خبر اس کے لئے نئ تھی۔

"تو کیا تم وہ بُک نہیں پڑھنا چاہتی۔۔۔۔۔؟"

"نہیں ایسا نہیں ہے۔لیکن میں 'زینب' کا کردار اکیلی تو پڑھ سکتی ہوں لیکن کسی کے سامنے نہیں،"

"تمھیں پتہ ہے۔مجھے اس ناول میں 'زینب' کا کردار ہی سب سے زیادہ پسند ہے۔مجھے لگتا ہے کہ لڑکیوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ وہ ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کر سکیں۔ ماں باپ کا سایہ سر پر نا ہوتے ہوئے وہ اپنے لئے ہوتے غلط فیصلے کے خلاف آواز اٹھا سکیں۔خود اپنا فیصلہ کر سکیں۔مجھے 'زینب' کا کردار بہت اچھا لگتا ہے اور ایک بات بتاؤں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

وہ رُکا۔پھر چہرہ اس کی طرف موڑا۔

"زخرف تم سے زیادہ 'زینب' اچھی اور بہادر ہے۔"

اس کی بات سن کر زخرف نے بھی چہرہ موڑا۔دونوں کی نظریں ملیں۔زخرف کی شہد رنگ آنکھوں نے شاہ کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا تھا۔شاہ بیان نہیں کر سکتا تھا کہ اس ایک لمحے میں زخرف کی آنکھوں میں کتنے تاثرات اُبھرے تھے۔دوسرے ہی لمحے

زخرف نے نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

"اچھا میں مووی لایا تھا۔ موڈ ہے دیکھنے کا؟"

شاہ نے بات بدلتے ہوئے کہا۔ وہ اسے اُداس نہیں کرنا چاہتا تھا۔

زخرف نے سر ہلانے پر اتفاق کیا۔ شاہ سوفے سے اٹھا اور جا کر سی۔ڈی سیٹ کرنے لگا۔ پھر وہ سکوائر میں آن لائیٹس آف کر کے دوبارہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔

اب لاؤنج میں صرف ایل۔ سی۔ڈی کی روشنی تھی۔ شاہ نے صوفے سے ٹیک لگائی تو زخرف نے اس کے کندھے پر سر رکھ لیا۔

"تھک گئی ہو۔۔۔"

شاہ نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر سہلایا۔

"ہاں، میں بہت تھک گئی ہوں۔ اس مصروف روٹین سے۔"

"کچھ دن کیلئے نادرن ایریاز چلتے ہیں۔"

شاہ نے مشورہ دیا۔

"نہیں رہنے دو، تمھارے گھر میں کوئی مسئلہ نہ ہو جائے۔"

زخرف نے فوراً کہا۔ پھر مزید بولی۔

"ویسے بھی میں فری ڈیز نہیں چاہتی۔ مجھے دادی کی باتیں سننے کی عادت ہو گئی ہے۔

میں اتنا لمبا گیپ نہیں لے سکتی اور اب تو وہ ری کوری کی طرف جا رہی ہے۔"

"دادی کی باتیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ ہلکا سا ہنسا۔

"میں نے بھی پانچ سال اُن کی باتیں سنی ہیں۔"

اسکرین کی روشنی ان دونوں کے چہرے کو منور کئے ہوئے تھی۔ فلم چل رہی تھی اور وہ دوونں اپنی باتوں میں مگن تھے۔ کرداروں کی آوازیں انہیں دور دور سے آ رہی تھیں۔

"شاہ، انہوں کے پاس باتوں کا خزانہ ہے۔ اُن سے مشورہ لے کر انسان ایک دم ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔ اُنہوں نے صرف ناولز نہیں بہت سی اسلامک بُکس بھی پڑھی ہوئی ہیں۔"

"ہاں، بُکس میں ہی انہیں لا کر دیا کرتا تھا لائبریری سے۔"

اس کی بات سن کر زخرف ہلکا سا ہنسی۔ شاہ نے اس کی ہنسی سنی تھی۔ وہ اچھا محسوس کر رہا تھا۔ کم از کم اس کے آنے سے وہ خوش ہو جاتی تھی۔ اپنے خول کو توڑ دیتی تھی جو وہ دنیا کے سامنے خود پر چڑھائے ہوئے ہوتی تھی۔

کچھ دیر لاؤنج میں خاموشی رہی صرف اسکرین پر چلتے کرداروں کی آواز تھی۔ کچھ دیر بعد شاہ نے محسوس کیا زخرف کافی دیر سے چُپ ہے۔ اس نے گردن جھکا کر دیکھا تو وہ اس کے کندھے پر سر رکھے سو چکی تھی۔ اس نے مسکرا کر سر جھٹکا اور ایل۔ سی۔ ڈی

ریموٹ سے بند کرتے ہوئے بڑبڑایا۔

"تھکی ہوئی تھی بہت۔یہ تو ہونا ہی تھا۔"

الارم کی آواز نے اس کی نیند میں خلل پیدا کیا۔وہ نیند میں ہلکا سا کسمسائی تھی۔پھر دوسری طرف کروٹ لے کر دوبارہ سو گئی۔کچھ دیر بعد الارم دوبارہ بجا۔اس نے نیند میں ہاتھ بڑھا کر الارم بند کرنا چاہا۔

بند ہوتی آنکھوں سے بے اختیار اس کی نظر وال کلاک پر گئی تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔اس نے اِدھر اُدھر دیکھا وہ کمرے میں اپنے بیڈ پر آرام دہ انداز میں کمفرٹر اوڑھے بیٹھی تھی۔اس نے یاد کرنا چاہا کل رات وہ کہاں سوئی تھی۔

"اُف۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

سر پہ ہاتھ مار کر اس نے خود کو کوسا۔وہ رات میں شاہ کے کندھے پر ہی سر رکھے سو گئی تھی۔وہ اکثر جب ایسے ہی تھکی ہوئی ہوتی تھی تو اس کے کندھے پر سر رکھ کر سو جاتی تھی۔خیر یہ تو کافی عرصے سے معمول بن گیا تھا۔سر جھٹک کر وہ سلیپرز پہننے لگی جب بے اختیار اس کی نظر بیڈ سائیڈ ٹیبل پر گئی۔وہاں ایک سیاہ مخملیں ڈبہ رکھا تھا۔اس نے

جھک کر دائیں ہاتھ سے وہ ڈبہ اٹھایا۔ وہ ایک فٹ لمبا اور تین انچ چوڑا تھا۔ اس نے اوپر والا حصہ اٹھایا اندر ایک گولڈ کا پینڈنٹ پڑا تھا۔

درمیان میں ایک چھوٹا سا نگ جڑا تھا۔ باقی سمپل سا وہ پینڈنٹ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ اس نے احتیاط سے وہ پینڈنٹ نکالا اور گلے سے لگا کر سامنے آئینے میں خود کو دیکھا ۔ وہ اس پر سوٹ کر رہا تھا۔ اس کی نظر دوبارہ اس جگہ پر پڑی جہاں سے اس نے یہ ڈبہ اٹھایا تھا تو وہاں پر ایک چھوٹا سا لفافہ رکھا تھا۔ یقیناً وہ باکس کے نیچے تھا۔ اس لئے جلدی میں باکس اٹھاتے ہوئے اس کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر وہ لفافہ اٹھایا اور اس میں رکھا کارڈ نکال کر پڑھا۔ جس کے عین وسط میں خوبصورتی سے یہ الفاظ لکھے گئے تھے۔

"ڈیئر زخرف!

خود کو بے مول نہیں کرو۔ قدرت یہ زندگی صرف ایک بار ہی دیا کرتی ہے۔ اسے کھل کر جیو۔ زندگی میں موقعے بار بار نہیں ملتے۔ جو لمحے ملے ہیں ان کی قدر کرو۔ اپنا بہت خیال رکھنا۔ بہت جلد ہم دوبارہ ملے گے اور زینب کا کردار پڑھتے ہوئے خود کو اکیلا مت سمجھنا۔ میں ہمشہ تمھارے ساتھ ہوں۔

فقط

تمھارا شاہ۔"

ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکل کر کارڈ پر گرا تھا۔ زخرف نے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کیں۔ پھر ڈبہ اور کارڈ اپنے وارڈراب میں رکھ کر فریش ہونے کی غرض سے واش روم چلی گئی۔

آج بشریٰ اماں کے گھر پر ہر طرف گہما گہمی تھی۔ کیونکہ آج دو مہینے بعد ان کی بیٹی ان کے گھر آ رہی تھی۔ چونکہ وہ لوگ اپنی ہی برادری میں شادی کرتے تھے اسی لئے انہوں نے ملتان کے نزدیک ہی ایک گاؤں کے جاگیر دار سے اپنی بیٹی کی شادی کی تھی۔

ملک شاہ ان کے شوہر ان کی بیٹی کی شادی کے دو سال بعد ہی انتقال کر گئے تھے۔ ان کی بیٹی محمود صاحب سے چھوٹی تھی اور ان کے تین بچے تھے۔

"آنٹی میں نکال دیتی ہوں۔ آپ نیچے آ جائیں۔"

زخرف جو ابھی ابھی آئی تھی۔ لاؤنج میں مسز محمود کو صوفے پر کھڑے دیکھ کر ان کے پاس آئی جو صوفے پر کھڑی برتن نکال رہی تھیں۔

"ہاں بیٹا، نکال دو زرا۔ کب سے اُحد کو آوازیں دیئے جا رہی ہوں۔ 'اٹھ جاؤ' لیکن مجال ہے میری بات سن لے۔ جب ان کی پھوپھو آ کر ان کے سر پر کھڑی ہو گی تب جا کر اٹھے گے یہ بچے۔"

وہ نیچے اُتر کر صوفے پر بیٹھ کر ڈوپٹے سے پیشانی پر آیا پسینہ صاف کرنے لگی۔ زخرف نے مسکرا کر ان کی بات سنی پھر ان کو برتن نکال کر دینے لگی۔

"ہاں، یہ والا ڈنر سیٹ بھی نکال دو۔ وہ بھی اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ ابھی بتا ہی رہیں تھیں جب محمل دادی کے کمرے سے باہر آتی دیکھائی دی۔ وہ زخرف کو صوفے پر کھڑا دیکھ کر چونکی پھر بولی۔

"زخرف شکر ہے تم آ گئی۔ دادی ابھی تمھارا ہی پوچھ رہی تھیں۔ امی آپ یہ کام بھابھی سے کہیں۔"

ساتھ ہی اس نے مسز محمود کو تنبیہ کی۔

"وہ باہر غفور کو سامان لا کر دینے کا کہنے گئی ہے۔ ساتھ ہی باہر بیٹھے تمھارے ابو کو ناشتے کا بھی پوچھ لے گی۔"

مسز محمود نے اسے حمزہ کی بیوی نور کے بارے میں بتایا۔

"آنٹی، بسس میں نیچے آ جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

زخرف نے پوچھا تو انہوں نے سر ہلا دیا۔ زخرف نیچے اُتری اور اپنا سامان ٹیبل سے اٹھا کر دادی کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

"محمل دیکھو زرا رشید اں اوپر گئی ہے صفائی کرنے اسے کہو زرا جلدی کر لے۔ پھر نیچے آ کر جالے بھی صاف کرنے ہیں۔ اس کے بعد اُحد کو اٹھاؤ اس سے کہو مالی کی موجودگی میں لان کی صفائی کروادے اور حمزہ سے کہو ردا کو اپنے ابو کے پاس چھوڑ کر تیار ہو جائے۔ میں زرا کچن میں کھانا دیکھ لوں۔"

مسز محمود سب کام کہہ کر چلی گئیں پیچھے محمل منہ کھولے حیرت سے ان کی پشت دیکھتی رہ گئی۔ اُسے جلدی اٹھنے کی سزا مل رہی تھی۔

"اُحد اٹھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

تن فن کرتی وہ اُحد کے کمرے میں چلی آئی۔

"اُحد تمھیں سمجھ نہیں آ رہی اٹھو جلدی۔ امی بول رہی ہیں۔۔۔۔۔"

اب کی بار اس نے اے۔ سی کو ریموٹ کی مدد سے بند کرتے ہوئے اس کے منہ سے کمفرٹر ہٹایا۔

"کیا ہے یار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے مندی مندی آنکھوں سے پوچھا۔

"جب پھوپھو آجائے گی نہ تب ایسے حلیے میں باہر آنا سہی۔۔۔۔پھر بتاؤ گی میں تمھیں ۔آنے والی ہیں وہ۔"

"اوہ شٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

پھوپھو کا نام سنتے ہی وہ بجلی کی تیزی سے اٹھا تھا۔

"سوری میں بھول گیا تھا۔کب تک آرہی ہیں وہ۔۔۔۔۔۔۔"

چھلانگ لگا کر وہ بیڈ سے اُترا اور کبرڈ میں سے کپڑے ڈھونڈھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

آنکھیں ابھی بھی نیم بند تھیں اور بال بکھرے ہوئے تھے لیکن آخر کو ان کی پھوپھو آرہی تھیں۔خوش ہونا تو بنتا تھا کیونکہ وہ سب ہی پھوپھو کے لاڈلے تھے۔

"بس کچھ دیر تک۔۔۔۔۔۔۔۔"

محمل نے اس کا کمفرٹر اٹھا کر تہہ کیا۔پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"اُحد کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ پھوپھو کے وہ دو بیٹے اور ایک بیٹی نہ ہوتی تو مزہ ہی آجاتا پھر وہ صرف ہم سے پیار کرتیں۔۔۔۔"

وہ اب اُحد کے کمرے کی چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

"ناشکری ہی رہنا ہمیشہ۔بیوقوف وہ ہم سے بھی تو اتنا پیار کرتیں ہیں۔۔۔۔۔"

"ان کے بڑے بیٹے کو دیکھا ہے۔کتنے نک چڑے ہیں وہ لیکن پتہ نہیں کونسے سرخاب

کے پَر لگے ہیں انہیں جو پھوپھو ان کی اتنی تعریف کرتیں ہیں اور اُن کی بیٹی وہ تو مجھے بالکل اچھی نہیں لگتی۔"

محمل نے اس کی بات پر پھر کہا۔اُحداس کی بات پر چونکا تھا۔وہ کسی کو مِس کر گئی تھی۔

۔کپڑے ہاتھ میں لئے وہ کبرڈ سے ٹیک لگائے اُس کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ پھوپھو کے چھوٹے بیٹے زوراور شاہ کو مِس کر گئی ہیں محترمہ۔۔۔۔۔"

محمل کے چہرے کا رنگ بدلا۔گالوں پر سرخی پھیل گئی۔اُحد نے بھی اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"مانا کہ وہ تمھارے مجازی خدا ہیں لیکن اب اتنا بھی سیدھا نہیں ہے وہ اور بڑے بیٹے کی تو تم بات ہی نا کرو ہاں۔بندر کیا جانے ادرک کا سواد۔اتنے ہینڈسم ہیں وہ۔آجانے دو اُنہیں آج تمھاری شکایت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

اُحد کی بات مسز محمود نے کاٹی۔

"تم دونوں کب تک باتیں ہی کرتے رہو گے۔ٹائم دیکھا ہے۔پھوپھو لوگ آنے ہی والے ہیں اور تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ دروازے میں کھڑی بول رہی تھی۔

"تمھیں میں نے اُحد کو جگانے بھیجا تھا نا کہ اُس کے ساتھ گپیں ہانکنے اور آپ جناب کو

کوئی احساس ہے کب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔‘‘

’’امی پھوپھو لوگ آجائیں گے۔ پھر آپ کا کچھ نہ کچھ بنانے والا رہتا ہو گا۔ جائیں جا کر کچن میں کھانا دیکھیں۔‘‘

اُحد نے توپوں کا رُک اپنی طرف دیکھ کر فوراً کہا تو مسز محمود یک دم چپ ہو گئی۔

’’اوہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔‘‘ بے اختیار اُنہوں نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

’’میں نے رحیم کو سلاد کا سامان لانے کیلئے بھیجا تھا۔ مجال ہے اس گھر میں کوئی انسان ٹھیک سے کام کر لے۔‘‘

وہ نوکر وہ کوستی کچن کی طرف بڑھی تو اُحد نے سکون کا سانس لیا۔ وہیں محمل بھی آنکھ بچاتی اُحد کی نظروں سے اوجھل ہوئی تھی مبادا وہ پھوپھو کے بڑے بیٹے کی شان میں مزید قصے نہ سنا ڈالے۔

موسم گرما کی تپتی دھوپ اس بنگلے کے بلائینڈز پر پڑ رہی تھی۔ بلائینڈز پر پردے پڑے تھے۔ اندر کا ماحول کافی پُر فسوں تھا۔ کمرے میں اے۔ سی کی خنک محسوس ہو رہی تھی۔

زخرف دادی کے بیڈ پر ان کے ساتھ بیٹھی تھی۔ باہر کے شور سے بے نیاز وہ دونوں ایک نئی کتاب کا سفر شروع کرنے جا رہیں تھیں۔ زینب کتاب اس وقت زخرف کے ہاتھ میں تھی۔ وہ بس کتاب کے سرورق پر ہاتھ پھیرے جا رہی تھی۔

"زخرف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

دادی نے اسے پکارا۔ وہ یک دم چونکی۔ پھر سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"کیا ہوا بیٹا، پڑھنا شروع کیوں نہیں کر رہی۔ کیا تم یہ کتاب نہیں پڑھنا چاہتی۔۔۔۔؟"

ان کی بات پر زخرف کی ہونٹوں پر ایک اُداس مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"ایسی بات نہیں ہے دادی، آپ کو پتہ ہے میں نے سب سے زیادہ یہ کتاب پڑھی ہے اکیلے میں۔ پتہ نہیں لیکن یہ کتاب مجھے دل سے بہت قریب لگتی ہے۔"

"بیٹا، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کچھ کہانیوں کو پڑھتے ہوئے ہم ان کو خود سے منسوب کرنا شروع کر دیتے ہیں اور نا چاہتے ہوئے بھی وہ کہانی خود بہ خود ہمارے دل کے قریب ترین پہنچ جاتی ہے۔"

دادی نے اسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔ انہیں اس لڑکی کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات تو نہیں تھیں لیکن پھر بھی وہ انہیں بہت پیاری ہو گئی تھی۔

چند مزید لمحے گزرے تو کمرے کی در و دیوار نے زخرف کو وہ کتاب کھولتے دیکھا۔

کمرے کا ماحول مزید بوجھل ہو گیا پھر جیسے چیزیں بدلنے لگی، ماحول بدلنے لگا، وقت بدلنے لگا اور آہستہ آہستہ وہ دونوں اس کہانی کے اندر سمانے لگیں۔ایسے جیسے وہ دونوں خود اس جگہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہیں ہوں۔

www.novelsclubb.com

اگلی قسط انشاءاللہ دو ہفتے بعد